Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 205-215
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

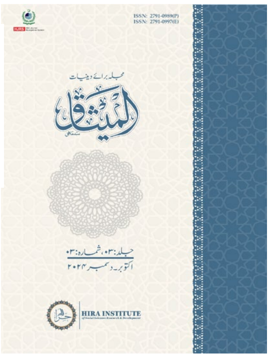

مرقاۃ المفاتیح میں صوفیانہ وعارفانہ مباحث کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

A Research Based Analytical Study of Sufī and Mystical Discourses in Mirqāt al-Mafātīḥ

1. Dr. Misbah ul Hassan misbahulhassan23@gmail.com	*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.*
2. Abdul Satar abdulsatar2828@gmail.com	*Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.*

How to Cite:	Dr. Misbah ul Hassan and Abdul Satar. 2024: "A Research Based Analytical Study of Sufī and Mystical Discourses in Mirqāt al-Mafātīḥ". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 205-215.		
Article History:	**Received**: 25-11-2024	**Accepted**: 22-12-2024	**Published**: 31-12-2024

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI · Advanced Sciences Index · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor · Asian Research Index · SCI · Google Scholar · اردو جرائد اشاریہ · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL Asian Digital Library · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

مرقاۃ المفاتیح میں صوفیانہ وعارفانہ مباحث کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

A Research Based Analytical Study of Sufī and Mystical Discourses in Mirqāt al-Mafātīḥ

1. **Dr. Misbah ul Hassan**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.
misbahulhassan23@gmail.com

2. **Abdul Satar**
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha.
abdulsatar2828@gmail.com

Abstract

Mirqāt al-Mafātīḥ is a renowned and widely acknowledged commentary on Ḥadīth, authored by Imām Mullā ʻAlī al-Qārī (may Allah have mercy on him). This book presents Sufī and mystical discourses with profound depth and wisdom. The author elucidates the principles of Islamic mysticism, spiritual training, moral refinement, and divine knowledge in the light of Ḥadīth. Mirqāt al-Mafātīḥ is an intellectual treasure that connects Sufī thought with Islamic teachings, inviting readers to elevate their spiritual consciousness. Its scholarly study not only aids in understanding the depths of Islamic mysticism but also highlights the importance of spiritual and moral values in the contemporary era. The book delves into various aspects of Sufī discourses, including the concept of Waḥdat al-Wujūd (Unity of Being), divine love, self-purification (*Tazkiyah al-Nafs*), and spiritual stations. This study seeks to comprehend the intellectual foundations, interpretative style, and impacts of these discussions.

Keywords: *Sufī Discourses, Mystical, Mirqāt al-Mafātīḥ, Spirit, Divine.*

تمہید

مرقاۃ المفاتیح حدیث کی مشہور و معروف شرح ہے جو امام ملا علی قاریؒ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں صوفیانہ وعارفانہ مباحث کو نہایت گہرائی اور حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مصنف نے اسلامی تصوف کے اصول، روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح اور معرفتِ الٰہی کے موضوعات کو احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ مرقاۃ المفاتیح ایک ایسا علمی خزانہ ہے جو صوفیانہ افکار کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے روحانی شعور کی بلندی کی دعوت دیتا ہے۔ اس کا تحقیقی مطالعہ نہ صرف اسلامی تصوف کی گہرائیوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ موجودہ دور میں روحانی و اخلاقی اقدار کی اہمیت کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔ اس کتاب میں صوفیانہ مباحث کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے، جن میں وحدت الوجود، محبتِ الٰہی، تزکیۂ نفس اور روحانی مقامات کا تذکرہ شامل ہے۔ یہ مطالعہ ان مباحث کی علمی بنیادوں، تشریحی اسلوب اور ان کے اثرات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

ملا علی قاریؒ تصوف سے خصوصی شغف رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی شرح میں مختلف مقامات پر مختلف پہلوؤں سے صوفیانہ وعارفانہ بحثیں کی ہیں جن میں تصوف کے حوالے سے مختلف امور پر روشنی ڈالی ہے۔ جس میں ولی کا معنیٰ و مفہوم اور صفات، اولیاء کے مختلف مراتب اور ان کی تفصیل، عزلت (گوشہ نشینی)، صوفیاء کا صوف (اون کا لباس) پہننا، اولیاء و عرفاء کی نظر کی تاثیر اور بعض احادیث کی روحانی و باطنی شرح شامل ہے۔ آئندہ سطور میں ان مباحث کا مرقاۃ المفاتیح کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

ولی کا معنیٰ ومفہوم اور صفات

باب الریاء والسمعۃ کی فصل ثالث کی حدیث مبارک "مَنْ عَادَى لِلّٰهِ وَلِيًّا، فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ[1] کہ جو اللہ کے کسی ولی (متبع شریعت عامل بالسنہ) سے دشمنی کرے اس نے اللہ کو جنگ میں مقابلہ کے لیے پکارا" کی تفصیلی شرح کرنے کے بعد آپ ولی کا معنیٰ ومفہوم، تعریف اور صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لفظ ولی ترکیب کے اعتبار سے قرب پر دلالت کرتا ہے، گویا وہ اس کی معرفت، جمال اور جلال کے نور میں استغراق اور اپنے کمال مشاہدے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ ولی کی تعریف میں اختلاف ہے متکلمین کے مطابق ولی وہ ہوتا ہے جو دلیل پر مبنی صحیح اعتقاد رکھتا ہے اسی طرح اور شرعی اعمال سرانجام دیتا ہے۔ اس کی تائید بعض اکابرین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ اگر علماء اولیاء نہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی نہیں۔

اس کے بعد صاحب مرقاۃ امام غزالیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جس پر بعض مغیبات منکشف ہوتی ہیں اور ان کو لوگوں کی اصلاح کا حکم نہیں دیا جاتا۔ صاحب مرقاۃ کہتے ہیں کہ یہ دونوں اقوال قابل نظر ہیں کیونکہ اکثر اولیاء چاہے وہ سلف صالحین میں سے ہوں ان سے کرامت ظاہر نہیں ہوئی بخلاف بعض متاخرین کے۔ کہا گیا اس کی وجہ پہلوں کے دلوں کی قوت اور بعد والوں کے دین کی کمزوری ہے۔ اولیاء باعمل علماء ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خود کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کو کامل کرتے ہیں، وہ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ اس طرف مصابیح الہدیٰ کے لفظ سے حدیث اشارہ کرتی ہے۔ پس اُس کے لیے یہ بشارت ہے جس نے اُن کی اقتداء کی اور اُن کے نور سے روشنی حاصل کی اور اُن سے ہدایت لی۔

اس کے بعد ملا علی قاریؒ امام قشیریؒ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس معنی کے سب سے قریب بات وہ ہے جو آپؒ نے ذکر کی کہ ولی یا فعیل کا صیغہ ہے جو کہ مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ جس کی اللہ تعالیٰ مسلسل حفاظت فرماتا ہے یا فاعل کے معنی میں ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی حفاظت کرتا ہے اور معصیت کے خلل کے بغیر اس پر مداومت کرتا ہے۔ یہ دونوں اوصاف ولایت کی شرط ہیں۔ ملا علی قاریؒ آخر میں ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

> الولی هومن یتولی الله بذاته امره، فلاتصرف له اصلااذلاوجودله، ولاذات، ولافعل، ولا وصف، فهو الفانی بید الباقی، کالمیت بین یدی الغاسل، یفعل به مایشاءحتی یمحو رسمه واسمه، ویمحو عینه اثره، ویحیه بحیاته، ویبقیه ببقائه، ویوصله الی لقائه۔[2]
>
> ولی وہ ہے جس کے معاملے کی اللہ تعالیٰ بذات خود ذمہ داری لے، چنانچہ اس شخص کا اپنا کوئی تصرف باقی نہ رہے چونکہ اس کا اپنا نہ وجود ہے، نہ ذات نہ کوئی فعل نہ کوئی وصف بلکہ یہ فانی ایک باقی ذات کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ نہلانے والے کے سامنے میت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی شکل اور نام کو مٹا دیتا ہے، اس کی ذات اور اثر کو مٹا دیتا ہے، اس کو ایک وقت تک زندہ وباقی رکھتا ہے پھر اپنی ملاقات کے لیے بلاتا ہے۔

اولیاء کے مختلف مراتب

اللہ تعالیٰ کے نیک اور پارسا بندوں کو قرآن مجید صالحین، متقین، مقربین اور اولیاء جیسے مختلف ناموں سے پکارتا ہے۔ اس پاک گروہ کے مختلف مراتب ہیں چنانچہ باب اشراط الساعۃ کی فصل ثانی کی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ جس میں ابدال کا ذکر ہے کہ فاذاراى الناس ذلك اتاه ابدال الشام[3] کی شرح میں آپؒ اولیاء کے مختلف مراتب کے حوالے سے تفصیلی بحث کرتے ہیں جو کہ ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

قطب، غوث اور اوتار

ملا علی قاریؒ شیخ زکریا کے رسالے، جو کہ صوفیاء کے ہاں استعمال ہونے والی غالب الفاظ کی تعریف پر مشتمل ہے، کے حوالے سے اولیاء کرام کے مختلف مراتب قطب، غوث اور اوتار کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

القطب، ویقال له الغوث هو الواحد الذی هو محل نظر الله تعالی من العالم فی کل زمان، ای: نظرا خاصا یترتب علیه افاضة الفیض واستفاضته، فهو الواسطة فی ذلک بین الله تعالی وبین عباده، فیقسم الفیض المعنوی علی اهل بلاده بحسب تقدیره ومراده، ثم قال: الاوتاراربعة: منازلهم علی منازل الارکان من العالم، شرق وغرب وشمال وجنوب، مقام کل منهم مقام تلک الجهة۔ قلت: فهم الاقطاب فی الاقطار، یاخذون الفیض من قطب الاقطاب المسمی بالغوث الاعظم، فهم بمنزلة الوزراء تحت حکم الوزیر الاعظم، فاذا مات القطب الافخم، ابدل من هذه الاربعة احد بدله غالبا۔[4]

قطب جس کو غوث بھی کہا جاتا ہے وہ ایک ہوتا ہے پس وہ واسطہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان اور معنوی فیض تقسیم کرتا ہے اپنے شہر والوں پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ارادے سے۔ پھر کہا کہ اوتار کی چار منزلیں ہوتی ہیں دنیا کے ارکان کی منازل کے حساب سے یعنی مشرق، مغرب، شمال اور جنوب۔ ان میں سے ہر ایک کا مقام اس کی جہت کی جگہ پر ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ اقطاب ہیں جو کہ قطب الاقطاب سے فیض حاصل کرتے ہیں جس کو غوث الاعظم بھی کہا جاتا ہے۔ گویا اقطاب وزیر اعظم کے نیچے وزراء کی طرح ہیں۔ جب سب سے بڑے قطب کی وفات ہوتی ہے تو ان چار میں سے ایک اس کی جگہ لے لیتا ہے۔

ابدال

ابدال کے حوالے سے تفصیلی بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے النہایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابدال الشام اولیاء اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں۔ اس کا واحد بدل ہے جس طرح جمل یا حمل۔ ان کو یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی مرتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا لے لیتا ہے۔ اس کے بعد جوہری کا قول نقل کرتے ہیں کہ ابدال نیک لوگوں کا گروہ ہے، دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی، ان میں سے کوئی بھی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا لے آتا ہے۔ ابن درید نے کہا اس کا واحد بدیل ہے ملا علی قاریؒ اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس لیے ان کو بدلاء بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی نظیر شریف سے اشراف اور شرفاء ہے۔ القاموس کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ابدال ایسا گروہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو قائم رکھتا ہے اور ان کی تعداد ستر ہے۔ چالیس شام میں رہتے ہیں جبکہ تیس دوسری جگہوں پر۔ ملا علی قاریؒ اس موقع پر شام کی وضاحت کرتے ہیں کہ شام سے مراد سمت ہے نہ کہ دمشق والا شام۔ آخر میں بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم یحتمل انهم سموا ابدالا: لانهم ابدلوا الاخلاق الدنیة بالشمائل الرضیة، او لانهم ممن بدل الله سیاتهم حسنات۔ وقال القطب الحقانی الشیخ عبدالقادر الجیلانی: انما سموا ابدالا لانهم فنوا عن ارادتهم فبدلت بارادة الحق عزوجل، فیریدون بارادة الحق ابدا الی الوفاة، فذنوب هؤلاء السادة ان یشرکوا ارادة الحق بارادتهم، علی وجه السهو والنسیان وغلبة الحال والدهشة، فیدرکهم الله تعالی برحمته بالیقظة والتذکرة، فیرجعون عن ذلک ویستغفرون ربهم عزوجل۔[5]

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ انہیں ابدال کا نام اس لیے دیا گیا کہ انہوں نے برے اخلاق کو پسندیدہ شمائل میں

بدل لیا یا کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں بدل دیا ہے۔ قطب حقانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ ان کو ابدال کا نام اس لیے دیا گیا کیونکہ انہوں نے اپنے ارادے کو فنا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے ارادے سے بدل لیا۔ پس وہ وفات تک ہمیشہ حق کا ارادہ ہی چاہتے ہیں۔ اس مقدس گروہ کے گناہ یہ ہیں کہ وہ حق کے ارادے میں اپنے ارادے سے شریک ہو جائیں غلطی، بھول، نسیان، غلبہ حال اور دہشت کی وجہ سے۔ پس اللہ تعالیٰ بیداری اور تذکرہ کے ذریعے اپنی رحمت سے ان کو ڈھانپ لے اور وہ اس کیفیت سے واپس لوٹ آئیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے طالب ہو۔

اسی حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے صاحب مرقاۃ أبو نعیم أحمد بن عبد اللہ بن أحمد بن اسحاق بن موسی بن مہران الأصبہانی کی حلیة الأولياء وطبقات الأصفياء کے حوالے سے درج ذیل روایت بھی ذکر کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله ﷺ:خيار امتى فى كل قرن خمس مائة والابدال اربعون فلا الخمس مائة ينقصون ولا الاربعون كلمامات رجل ابدل الله عزوجل من الخمس مائة مكانه وادخل من الاربعين مكانهم۔قالوا: يا رسول الله! دلنا على اعمالهم۔ قال: يعفون عمن ظلمهم ويحسنون الى من اساء اليهم ويتواسون فيما اتاهم الله عزوجل۔[6]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر زمانے میں میری امت میں بہترین پانچ سو آدمی ہوں گے اور ابدال چالیس۔ نہ پانچ سو کم ہوں گے اور نہ چالیس۔ جب بھی ان میں سے کوئی فوت ہو گا تو اللہ تعالیٰ پانچ سو میں سے اس کی جگہ بدل لے آئیں گے اور چالیس میں اس کی جگہ داخل کر دیں گے۔ کہا گیا: یا رسول اللہ! ہمیں ان کے اعمال کے بارے میں بتائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ان لوگوں کو معاف کریں گے جو ان لوگوں پر ظلم کریں اور ان لوگوں سے اچھا سلوک کریں گے جو ان لوگوں کے ساتھ برا کرے اور اس چیز میں امداد کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہو گی۔

نقباء

ابدال کے ذکر کے ساتھ ہی صاحب مرقاۃ شیخ زکریاؒ ہی کے حوالے سے نقباء کی وضاحت کرتے ہیں کہ نقباء وہ لوگ ہیں جو نفوس کے راز نکلواتے ہیں ان کی تعداد تین سو ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے یہ معنی نقب سے لیا ہو جو کہ ثقب کے معنی میں ہے۔ اظہر بات یہ ہے کہ نقباء نقیب کی جمع ہے وہ قوم کے گواہ اور ضامن ہیں جیسا کہ قاموس میں ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا[7] اور ہم نے مقرر کئے (ان کی نگرانی و دیکھ بھال کے لئے) انہی میں سے بارہ سردار۔ یعنی ہر قبیلے پر نگران بنائے جو اپنی قوم کے احوال کی نگرانی اور تفتیش کرتے تھے یا مطلب یہ کہ وہ شخص اپنی اس جماعت کی ہر اس بات کی کفالت کرتا تھا جو لوگ بتاتے اور معاہدہ کرتے۔ ظاہر یہ ہے کہ ان کی تعداد پانچ سو ہوتی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں پہلے گزر چکا۔

نجباء

نقباء کے بعد نجباء کی وضاحت کرتے ہیں کہ وہ مخلوق کے بوجھ اُٹھانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد چالیس ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاریؒ اپنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ گویا یہ معنی لغت سے لیا گیا ہے جیسا کہ قاموس میں ناقة نجيب ونجيبه اس کی جمع نجائب ہے۔ اس بارے میں بھی زیادہ مناسب بات جو ذکر کی گئی ہے کہ نجیب کریم کو کہتے ہیں اس کی جمع نجباء ہے المنتجب بمعنی المختار چنیدہ، برگزیدہ، اور نجائب القرآن بمعنی افضل القرآن۔ اس کے بعد صاحب مرقاۃ درج بالا تمام مناصب کے بارے میں ابن

عساکر کے حوالے سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں:

عن عبدالله رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول اللهﷺ:ان لله عزوجل فى الخلق ثلاث مائة قلوبهم على قلب آدم عليه السلام ولله تعالى فى الخلق اربعون قلوبهم على قلب موسى عليه السلام ولله تعالى فى الخلق سبعة قلوبهم على قلب ابراهيم عليه السلام ولله تعالى فى الخلق خمسة قلوبهم على قلب جبريل عليه السلام ولله تعالى فى الخلق ثلاثة قلوبهم على قلب ميكائيل عليه السلام ولله تعالى فى الخلق واحد قلبه على قلب اسرافيل عليه السلام فاذا مات الواحد ابدل الله عزوجل مكانه من الثلاثة واذا مات من الثلاثة ابدل الله تعالى مكانه من الخمسة واذا مات من الخمسة ابدل الله تعالى مكانه من السبعة واذا مات من السبعة ابدل الله تعالى مكانه من الاربعين واذا مات من الاربعين ابدل الله تعالى مكانه من الثلاث مائة واذا مات من الثلاث مائة ابدل الله تعالى مكانه من العامة۔ فبهم يحيى ويميت ويمطر وينبت ويدفع البلاء۔[8]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں تین سو آدمی ہیں جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں چالیس اسی طریقے سے (آدمی) ہیں جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں سات (آدمی) ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں پانچ (آدمی) ہیں جن کے دل جبرئیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں تین آدمی ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق میں ایک آدمی ہے جس کا دل اسرائیل علیہ السلام کے دل پر ہے جب ایک مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تین میں سے لے آتے ہیں اور جب تین میں سے مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پانچ میں سے لے آتے ہیں اور جب پانچ میں سے مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ سات میں سے لے آتے ہیں اور جب سات میں سے مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ چالیس میں سے لے آتے ہیں اور جب چالیس میں سے مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ تین سو میں سے لے آتے ہیں اور جب تین سو میں سے مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عام لوگوں میں سے لے آتے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور بارش برساتا ہے اور اُگاتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔

انسانی حقیقت

کتاب الجہاد کی فصل ثانی میں وارد حدیث مبارکہ لايجتمع الشح والايمان فى قلب عبدابدا[9] کی شرح کرتے ہوئے صاحب مرقاۃ شح کی وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں شیخ الاسلام ابو حفص سہروردیؒ کے حوالے سے انسانی حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ جان لو کہ انسان کی حقیقت روح، نفس اور قلب سے عبارت ہے۔ قلب کو اس لیے یہ نام دیا گیا کیونکہ کبھی وہ روح کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کی صفات اختیار کرلیتا ہے پس وہ منور ہو جاتا ہے اور کامیابی پاتا ہے جبکہ کبھی نفس کی طرف مائل ہوتا ہے تو تاریک ہو جاتا ہے۔ پس جب روح کی صفات سے متصف ہوتا ہے تو روشن ہو جاتا اور ایمان و عمل صالح کا ٹھکانہ بن جاتا ہے لہٰذا کامیابی اور نجات پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔[10]

یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

جب نفس کی صفت سے متصف ہوتا ہے تو تاریک ہو جاتا ہے لہٰذا وہ ہلاک کرنے والی شح کا ٹھکانہ بن جاتا ہے اور نامراد ہوتا ہے اور فلاح نہیں پاتا۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ [11] لہٰذا یہ دونوں چیزیں ایک دل میں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ اس پہلو کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

وَالْمَعْنَى أَنَّهُمَا لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبٍ وَاحِدٍ عَلَى وَجْهِ الْكَمَالِ، فَإِنَّ الْمُخْلِطَ يَمِيلُ قَلْبُهُ إِلَى الرُّوحِ تَارَةً فَتَزُولُ عَنْهُ الْخَصَائِلُ الذَّمِيمَةُ، وَقَدْ يَمِيلُ إِلَى النَّفْسِ فَيَعُودُ إِلَيْهَا الْأَحْوَالُ الدِّينِيَّةُ، وَقَدْ يَكُونُ فِي آنٍ وَاحِدٍ لَهُ جَوَلَانٌ وَمَيَلَانٌ إِلَى الطَّرَفَيْنِ، كَجَوَلَانِ الْمَرْآةِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَيَنْطَبِعُ وَيَنْعَكِسُ فِيهَا مِنْ كُلٍّ مِنَ الْحَالَيْنِ وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ، مِنْ أَنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ، وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ: مَثَلُ الْقُلُوبِ كَرِيشَةٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ،وَهَذَا أَمْرٌ مُشَاهَدٌ لِأَرْبَابِ الشُّهُودِ، وَلِذَا كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ: لَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةً فَإِنَّكَ إِنْ تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي تَكِلْنِي إِلَى ضَعْفٍ وَعَوْرَةٍ وَذَنْبٍ وَخَطِيئَةٍ، وَمَنْ أَرَادَ الِاسْتِقْصَاءَ فَعَلَيْهِ بِالْأَحْيَاءِ۔[12]

اس کا معنی ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دل میں کامل طور پر جمع نہیں ہوتیں۔ اس لیے اس کے ساتھ ملنے والی چیز کبھی اس کے دل کو روح کی طرف مائل کر دیتی ہے تو اس سے برے خصائل زائل ہو جاتے ہیں اور جب نفس کی طرف مائل ہوتا ہے تو گھٹیا احوال لوٹ آتے ہیں۔ بسا اوقات ایک ہی وقت میں اس کے دونوں طرف میلان ہوتے ہیں جیسا کہ آئینہ میں جولان دونوں طرف ہوتا ہے یعنی انطباع اور انعکاس دونوں ہوتے ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرف وہ چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور مسند احمد کی روایت میں ہے دلوں کی مثال بے آب وگیاہ زمین پر پڑے ہوئے پر کی طرح ہے ہوا جیسے چاہے اس کو الٹ پلٹ کر دیتی ہے اور اہل مشاہدہ کے ہاں یہ بات مشاہد ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے "اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ" اور دوسری حدیث میں ہے کہ مجھے تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے نفس کے سپرد نہ فرما اگر تو نے مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیا تو مجھے کمزوری اور گناہ کے سپرد کر دیا۔ جو تفصیل کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ احیاء العلوم کی طرف رجوع کرے۔

عزلت افضل یا اختلاط؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ۔[13]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمان جو دوسرے مسلمانوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے زیادہ اجر والا ہے جو الگ تھلگ رہتا ہے اور لوگوں کی تکالیف ومصائب پر صبر نہیں کرتا۔

باب الرفق والحیاء وحسن الخلق کی فصل ثانی کی درج بالا حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ لوگوں سے میل ملاپ اور ان سے عزلت میں افضلیت کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اختلاط کی عزلت پر

فضیلت بیان ہوئی ہے اور یہ صحبت کے آداب کی معتبر شرائط کے ساتھ زمانے، جگہ اور لوگوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد صاحب مرقاۃ امام غزالی کی احیاء علوم الدین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مخالطہ اور عزلت اور ایک کی دوسرے پر فضیلت کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: بھائیوں کو لازم پکڑو کیونکہ وہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں تیاری ہیں۔ کیا تم نے دوزخ والوں کا قول نہیں سنا کہ وہ کہتے ہیں: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ۔[14]

یہ حدیث مخالطہ کے استحباب پر پہلی چیز ہے جبکہ اکثر عباد اور زہاد عزلت اختیار کرنے کی طرف مائل ہوئے ہیں اور اس کو مخالطہ پر فضیلت دیتے ہیں جن میں حضرت فضیلؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عزلت میں سے اپنا حصہ لو۔ حضرت فضیلؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ محب، قرآن مونس اور موت واعظ کافی ہے اللہ تعالیٰ کو دوست بناؤ اور لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دو۔ داؤد طائی نے ابو الربیع کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت میں افطار کرو۔ لوگوں سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ وہب بن الورد نے کہا: ہمیں پہنچا ہے کہ حکمت کے دس اجزاء ہیں ان میں سے نو خاموشی میں ہیں اور دسواں لوگوں سے عزلت میں ہے۔ حاتم اصمؒ کے پاس کوئی امیر آیا اس نے پوچھا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے کہا: ہاں ہے اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ آپ نے کہا: یہ کہ تم مجھے نہ دیکھو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے بہترین مجلس تیرے گھر کی نکڑ ہے اس طرح کہ کوئی تجھے نہ دیکھے اور نہ ہی تو کسی کو دیکھے۔ کہا گیا عزلت کے آداب میں سے پہلا اپنے شر سے دوسروں کو بچانے کی نیت کرنا، دوسرا شر سے خود بچنے کی نیت کرنا ہے۔ آخر میں ساری بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں:

الْمُخْتَارُهُوَالتَّوَسُّطُ بَيْنَ الْعُزْلَةِعَنْ أَكْثَرِ النَّاسِ وَعَوَامِّهِمْ، وَالْخِلْطَةُ بِالصَّالِحِينَ مِنْهُمْ وَخَوَاصِّهِمْ، وَالِاجْتِمَاعُ مَعَ عَامَّتِهِمْ فِي نَحْوِجُمْعَتِهِمْ وَجَمَاعَتِهِمْ بَعْدَ حُصُولِ الْعِلْمِ الْمُحْتَاجِ إِلَى الْعَمَلِ، وَوُصُولِ الزُّهْدِ الْمُوجِبِ لِقَطْعِ الطَّمَعِ عَنِ الْخلُقِ،وَلِذَا قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ:الْعُزْلَةُبِغَيْرِعَيْنِ الْعِلْمِ زَلَّةٌ وَ بِغَيْرِزَايِ الزُّهْدِعِلَّةٌ،وَهَذَاطَرِيقُ الْكُمَّلِ مِنَ الصُّوفِيَّةِ الصَّفِيَّةِ كَالنَّقْشَبَنْدِيَّةِ وَالشَّاذِلِيَّةِ وَالْبَكْرِيَّةِ فَهُمْ كَائِنُونَ بَائِنُونَ قَرِيبُونَ غَرِيبُونَ فَرْشِيُّونَ عَرْشِيُّونَ، كَمَا قِيلَ: كُنْ وَسَطًا وَامْشِ جَانِبًا[15]

مختار بات توسط ہے اکثر لوگوں اور عوام سے عزلت اختیار کرنے اور صالحین وخواص سے اختلاط اختیار کرنے اسی طرح جمعہ اور جماعت میں عوام کے ساتھ اکٹھا ہونے پر اکتفا کرنے میں۔ لیکن عزلت اس صورت میں سود مند ہو گی جبکہ باعث عمل علم حاصل کیا جا چکا ہو اور زہد و توکل کا وہ درجہ نصیب ہو گیا ہو جہاں پہنچ کر انسان مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اسی لیے بعض عارفین نے کہا: عزلت بغیر علم کے ذلت ہے اور بغیر زہد کے خرابی ہے۔ چنانچہ کامل صوفیاء جیسے نقشبندیہ، شاذلیہ اور بکریہ اس طریقہ پر عامل تھے کہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ بھی رہتے تھے اور ان سے ربط و اختلاط بھی رکھتے تھے۔ جیسا کہ کہا گیا توسط اختیار کرو اور ایک طرف چلو۔[16]

صوفیاء کا اونی لباس پہننا

کتاب اللباس کی فصل اول میں صوفیاء کے اونی لباس پہننے کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اکثر صوفیاء کے گروہ نے اونی لباس پہننے کو اختیار کیا کیونکہ وہ نفس کی لذات کے لیے نہیں پہنتے تھے، نہ اچھا نظر آنے کے لیے بلکہ وہ تو ستر عورت اور گرمی سردی کے لیے پہنتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے اصحاب صفہ کی صفات میں سے ان کا صوف کا لباس پہننا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کو پسینہ آتا یا جب بارش آتی تو اس سے بھیڑ کی بو آتی۔ امام سیوطیؒ نے الدر المنثور میں نقل کیا کہ سب سے پہلے جس نے اونی لباس پہنا وہ آدم و حوا تھے جب ان کو جنت سے زمین کی طرف اُتارا گیا اور

التعرف کے حوالے سے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی نبی مکرم ﷺ کی حدیث ذکر کرتے ہیں:

لَقَدْ مَرَّ بِالصَّخْرَةِ مِنَ الرَّوْحَاءِ سَبْعُونَ نَبِيًّا حُفَاةً عَلَيْهِمُ الْعَبَاءُ۔[17]

روحاء سے صخرہ میں ستر نبی ننگے پاؤں گذرے ان پر عباء تھا۔

حسن نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام بالوں کا لباس پہنتے درختوں کے پتے کھاتے اور جہاں شام ہوتی وہی رات بسر کرتے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ آپ ﷺ بھی صوف پہنتے تھے اور حسن بصریؒ نے کہا کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا جن کا لباس صوف کے علاوہ کچھ نہ تھا۔[18]

عارف باللہ کی نظر کی تاثیر

کتاب الطب والرقی کی فصل ثانی میں نظر لگنے کے حوالے سے احادیث مبارکہ کی شرح میں صاحب مرقاۃ پہلے نظر بد کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ نظر بری طبع والے کا حسد کے ساتھ دیکھنا ہے تاکہ جس کو دیکھا جارہا ہے اس کا نقصان ہو اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب نظر والے کی آنکھ سے زہر ہوا میں معیون کے بدن تک پہنچتا ہے۔ اس کی مثال جب حیض والی عورت اپنا ہاتھ دودھ والے برتن میں ڈالتی ہے تو اس کو فاسد کردیتی ہے اور اگر اسی ہاتھ کو حالت طہر میں ڈالے تو فاسد نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ملا علی قاریؒ نظر بد کے برعکس نظر عارف کا بیان درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

قُلْتُ: وَضِدُّ هَذَا الْعَيْنِ نَظَرُ الْعَارِفِينَ الْوَاصِلِينَ إِلَى مَرْتَبَةِ الرَّافِعِينَ مِنَ الْبَيْنِ حِجَابَ الْعَيْنِ، فَإِنَّهُ مِنْ حَيْثُ التَّأْثِيرِ الْإِكْسِيرُ يَجْعَلُ الْكَافِرَ مُؤْمِنًا، وَالْفَاسِقَ صَالِحًا، وَالْجَاهِلَ عَالِمًا، وَالْكَلْبَ إِنْسَانًا، وَهَذَا كُلُّهُ لِأَنَّهُمْ مَنْظُورونَ بِنَظَرِ الْجَمَالِ وَالْأَغْيَارِ تَحْتَ أَسْتَارِ نَظَرِ الْجَلَالِ، وَمَا أَحْسَنَ مَنْ قَالَ مِنْ أَرْبَابِ الْحَالِ: لَوْ كَانَ لِإِبْلِيسَ سَعَادَةٌ أَزَلِيَّةٌ دُونَ الشَّقَاوَةِ الْأَبَدِيَّةِ لَمَا قَالَ: أَنْظِرْنِي، بَلْ قَالَ: أَنْظِرْ إِلَيَّ أَوْ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ، لَكِنْ كُلُّهُ بِقَضَاءٍ وَقَدَرٍ، تَحَيَّرَ فِيهِ عُقُولُ أَرْبَابِ الْفُحُولِ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِقَوْلِهِ سُبْحَانَهُ:لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ[19]

میں کہتا ہوں اس نظر کے برعکس عارفین، واصلین جن کے حجابات اُٹھ چکے ہوتے ہیں، کی نظر ہے ان میں اکسیر کی تاثیر ہوتی ہے جو کہ کافر کو مؤمن، فاسق کو نیک، جاہل کو عالم اور کتے کو انسان بنادیتی ہے۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ نظر جمال کے منظور نظر ہیں اور اغیار نظر جلال کے پردوں تلے منظور نظر ہیں۔ ارباب حال میں سے کسی نے کیا خوب کہا کہ اگر ابلیس کی شقاوت ابدی کی جگہ ازلی سعادت ہوتی تو وہ انظرنی مجھے مہلت دے نہ کہتا بلکہ کہتا کہ میری طرف نظر فرمایا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ چیز قضاء وقدر کے ساتھ ہے جس میں عقلیں حیران ہوجاتی ہیں لیکن دل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا لیکن ان سے سوال کیا جائے گا۔

روحانی وباطنی شرح

کتاب العلم کی فصل اول کی حدیث "وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ"[20] یعنی جو قوم بھی بیٹھ کر اللہ رب العزت کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے" کی روحانی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کہا گیا کہ اشارہ کی زبان میں بیوت اللہ اس مقام سے

عبارت ہے جس میں نفس، دل، روح، سر اور خفی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے چنانچہ نفس کے گھر کا ذکر طاعات ہیں، قلب کے گھر کا ذکر توحید اور معرفت ہے، روح کے گھر کا ذکر کرنا شوق ومحبت ہے، سر کے گھر کا ذکر مراقبہ اور مشاہدہ ہے، خفی کے گھر کا ذکر اپنے وجود کو خرچ کر ڈالنا اور موجودات کو ترک کرنا ہے۔ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ الخ میں تلاوت کے ثمرات کی طرف اشارہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور اس کا دھیان اور انبیاء وملائکہ اور ارواح مقدسہ کا لطیف صورتوں میں مشتمل ہونا ہے، نیز بشری پستیوں سے ملکوت اعلیٰ کی چوٹی کی طرف چڑھنا ہے بلکہ وہ بقا کی بدولت حاصل ہونے والی خوشی، فنا کے تحت دخول، لاہوت سے قربت اور ناسوت سے برات حاصل ہونا ہے۔ یہ مقام ایسا ہے کہ جس کے اعلان واظہار سے قوت گویائی کے کمر بند تنگ ہو جاتے ہیں اور حروف کے ظہور کی صورت میں اس کو ظاہر کرنے کی گنجائش نہیں۔ شیخ ابو سعید خراز فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ولی بنانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس پر اپنے ذکر و یاد کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اگر وہ ذکر سے لذت محسوس کرے تو اس پر اپنے قرب کا دروازہ کھول دیتے ہیں پھر اسے اپنی محبت والی مجالس کی طرف بلند فرماتے ہیں پھر اسے توحید کی کرسی پر بٹھاتے ہیں پھر اس سے پردے کو اُٹھا دیتے ہیں اور اسے دار فردانیہ میں داخل کر دیتے ہیں اور اس کے لیے جلال اور عظمت کے پردے کھول دیتے ہیں۔ پس جب اس کی نظر جلال اور عظمت پر پڑتی ہے تو وہ اپنی ذات سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس وقت بندہ اللہ کے انوار کے حفظ میں گزرا ہوا زمانہ بن جاتا ہے اور اپنے نفس کے دعوؤں سے بری ہو جاتا ہے۔[21]

حاصل بحث

مرقاۃ المفاتیح، ملا علی قاری کی مشہور شرح ہے جو مشکوٰۃ المصابیح کی جامع تشریح پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں جہاں احادیث کی وضاحت کی گئی ہے، وہیں صوفیانہ اور عارفانہ مباحث کو بھی نہایت علمی اور تحقیقی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ملا علی قاری نے تصوف کے اصول ومبادی، معرفتِ الٰہی، تزکیۂ نفس، اور سلوک کے مختلف مراحل کو احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ انہوں نے صوفیاء کے نظریات اور عملی طریقوں پر تنقیدی نظر ڈالنے کے ساتھ ان کی قرآن وسنت سے مطابقت کو بھی ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب صوفیانہ وعارفانہ علوم کے طلبہ کے لیے ایک قیمتی خزانہ ہے، جو تصوف اور حدیث کے باہمی تعلق کو گہرائی سے سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ ملا علی قاریؒ تصوف سے خصوصی شغف رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی شرح میں مختلف مقامات پر مختلف پہلوؤں سے صوفیانہ وعارفانہ بحثیں کی ہیں جن میں تصوف کے حوالے سے مختلف امور پر روشنی ڈالی ہے۔ جس میں ولی کا معنیٰ ومفہوم اور صفات، اولیاء کے مختلف مراتب اور ان کی تفصیل، عزلت (گوشہ نشینی)، صوفیاء کا صوف (اون کا لباس) پہننا، اولیاء وعرفاء کی نظر کی تاثیر اور بعض احادیث کی روحانی وباطنی شرح شامل ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 2014ء)، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث: 6502۔

[2] ملا علی القاری، علی بن سلطان، **مرقاۃ المفاتیح**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، 8/3340۔

[3] خطیب تبریزی، ولی الدین، **مشکوۃ المصابیح**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، 2/471۔

[4] ملا علی القاری، **مرقاۃ المفاتیح**، 8/3442۔

[5] ایضاً، 8/3441۔

6 ابو نعیم االاصبہانی،احمد بن عبد اللہ،حلیة الأولياء وطبقات الأصفياء،(قاہرۃ:دارالحدیث،1999ء)،1/8۔

7 سورۃ المائدۃ12:5۔

8 ابو نعیم االاصبہانی،حلیة الأولياء وطبقات الأصفياء،1/9۔

9 النسائی،ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب،السنن الکبری،(ریاض:دارالسلام،2015ء)،كتاب الجهاد،باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه،رقم الحدیث:3113۔

10 سورۃ البقرۃ8:2۔

11 سورۃ الحشر9:59۔

12 ملا علی القاری،مرقاۃ المفاتیح،6/2479۔

13 ابن ماجۃ،ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی،السنن،(ریاض:دارالحضارۃ للنشر والتوزیع،2016ء)،كتاب الفتن،باب الصبرعلى البلاء، رقم الحدیث:4032۔

14 سورۃ الشعراء100:26۔

15 ملا علی القاری،مرقاۃ المفاتیح،8/3181۔

16 ایضاً،9/299،298۔

17 ابویعلیٰ الموصلی،احمد بن علی،مسند أبی یعلی،(بیروت:دارالمعرفۃ،1995ء)،13/255۔

18 ملا علی القاری،مرقاۃ المفاتیح،8/236۔

19 ایضاً،7/2883۔

20 ابوداؤد،سلیمان بن اشعث السجستانی،السنن،(ریاض:دارالسلام،2014ء)،كتاب تفريع ابواب الوتر،باب فی ثواب قراءۃالقرآن، رقم الحدیث:1455۔

21 ملا علی القاری،مرقاۃ المفاتیح،1/271۔